11534-کیا اگر مال کی ضرورت ہو تو حج میں تاخیر کی جا سکتی ہے ؟

سوال

میرے پاس حج کے لیے کافی مال ہے، لیکن مجھے اس رقم کی ضرورت بھی ہے تو کیا میں حج مؤخر کر سکتا ہوں ؟

پسندیدہ جواب

حج فرض ہونے کے لیے استطاعت (قدرت) شرط ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے :

.{اور لوگوں پر اللہ تعالی کے لیے بیت اللہ کا حج فرض ہے جو بھی اس تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو}.آل عمران (97).

اور یہ استطاعت مالی اور استطاعت بدنی دونوں کو شامل ہے.

بدنی استطاعت کا معنی یہ ہے کہ : انسان صحیح البدن ہو اور بیت اللہ تک سفر کی مشقت اور حج کی مشقت برداشت کر سکتا ہو.

اور مالی استطاعت کا معنی یہ ہے کہ : انسان کے پاس اتنی رقم ہو جس سے وہ بیت اللہ تک جانے اور واپس آنے اور وہاں خرچ اور اپنے پیچھے بیوی بچوں کا خرچ بھی کر سکتا ہو.

مستقل فتوی کمیٹی کے علماء کرام کا کہنا ہے :

حج کے استطاعت کے متعلق گزارش یہ ہے کہ انسان صحیح البدن ہو اور بیت اللہ تک براستہ روڈ یا ہوائی جہاز یا جانور یا کرایہ کے ذریعہ جانے کے اخراجات کا مالک ہو، اور اس کے پاس آنے جانے کے خرچ کے علاوہ اپنی کفالت میں موجود افراد جن کا خرچ اس پر واجب ہوتا ہے، حج سے واپس آنے تک کے اخراجات بھی ہوں، اور عورت کے ساتھ اس کا محرم یا خاوند کا ہو حتی کہ چاہے حج یا عمرہ کا سفر ہو. اھ

دیکھیں : فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء (30/11).

اور اس میں شرط یہ ہے کہ بیت اللہ تک جانے کے اخراجات اس کی اصل ضروریات اور شرعی اخراجات اور قرض کی ادائیگی سے زائد ہوں.

قرض سے مراد حقوق اللہ مثلا کفارہ وغیرہ اور حقوق العباد ہیں.

اس لیے جس شخص پر بھی قرض ہے اور اس کے پاس حج اور قرض کی ادائیگی دونوں کے لیے مال پورا نہ ہوتا ہو وہ پہلے قرض ادا کرے، اور اس شخص پر حج فرض نہیں ہوتا.

اور بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اس میں قرض خواہ یعنی جس سے قرض لیا گیا ہو کی اجازت نہ دینا علت ہے، اور جب وہ اجازت دے تو پھر حج کرنے میں کوئی حرج نہیں.

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں :

یہ گمان اور خیال غلط ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں، بلکہ اس میں علت تو انشغال ذمہ ہے. اھ بتصرف.

دیکھیں : الشرح الممتع (30/7).

اور اگر قرض دینے والا شخص مقروض کو حج کی اجازت بھی دے دے تو پھر بھی قرض مقروض کے ذمہ باقی ہے، اور اس اجازت کی بنا پر وہ قرض سے بری الذمہ تو نہیں ہوجاتا، اسی لیے مقروض کو کہا جائیگا کہ :

پہلے اپنا قرض ادا کرو اور اگر حج کے لیے رقم باقی بچ جائے تو حج کرو وگرنہ آپ پر حج فرض نہیں ہے.

اور جب مقروض شخص جسے قرض نے حج کرنے سے روک رکھا فوت ہوجائے تو وہ مکمل اسلام کے ساتھ فوت ہوا ہے اس نے کوئی کمی کوتاہی نہیں کی، کیونکہ اس پر تو حج فرض ہی نہیں ہوا تھا، جس طرح فقر شخص پر زکاۃ فرض نہیں ہوتی اسی طرح حج بھی.

لیکن اگر اس نے قرض کی ادائیگی سے قبل حج کرلیا اور قرض ادا کرنے سے قبل فوت ہوگیا تو وہ خطرے میں ہے، کیونکہ شہید کو بھی قرض کے علاوہ ہر چیز معاف ہوجاتی لیکن قرض معاف نہیں ہوتا تو پھر کسی دوسرے شخص کا کیا حال ہوگا ؟!

اور شرعی نفقات سے مراد وہ اخراجات اور نفقات ہیں جو شریعت نے مقرر کیے ہیں، مثلا اپنا اور اپنے اہل وعیال کا بغیر اسراف وفضول خرچی کے صرف کرنا، اور اگر وہ متوسط حال ہے اور مالداری ظاہر کرنے کے لیے کوئی قیمتی گاڑی خرید لے تا کہ مالداروں کا مقابلہ کرسکے اور اس کے پاس حج کرنے کے لیے مال نہ ہو تو وہ یہ گاڑی فروخت کرکے اس کی قیمت سے حج کی ادائیگی کرے اور اپنی حالت کے مطابق مناسب سی گاڑی خرید لے.

کیونکہ اس کا اس قیمتی گاڑی پر خرچ کرنا شرعی اخراجات میں شامل نہیں ہوتا، بلکہ یہ اسراف اور فضول خرچی میں شامل ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے.

اور نفقہ میں معتبر یہ ہے کہ اس کے پاس آنے تک بیوی بچوں کے اخراجات موجود ہوں.

اور اس کے واپس آنے کے بعد اس کے پاس اتنی رقم ہو جو اس کی کفائت اور جن کا خرچ اس کے ذمہ ہے اس کے قائم مقام ہو مثلا گھر کا کرایہ یا تنخواہ یا تجارت وغیرہ.

اسی لیے اس پر مال تجارت کے راس المال سے جس کے نفع میں سے وہ اپنا اور اہل وعیال کا خرچ کرتا ہے سے حج کرنا لازم نہیں، جب ایسا کرنے سے راس المال میں نقص اور کمی واقع ہونے کی بنا پر نفع میں بھی کمی ہوتی ہو جو اس کے اخراجات کے لیے کافی نہ ہو.

مستقل فتوی کمیٹی سے درج ذیل سوال کیا گیا :

ایک شخص کی اسلامی بنک میں کچھ رقم ہے اور اس کی تنخواہ اور اس رقم کا نفع معتدل صورت میں اس کے اخراجات کے لیے کافی ہوتی ہے، تو کیا اس پر راس المال سے حج کرنا فرض ہے، یہ علم میں رہے کہ ایسا کرنے سے اس کی ماہانہ آمدنی میں کمی واقع ہوگی اور اسے کمزور کردے گی ؟

کمیٹی کا جواب تھا :

"اگر تو آپ کی حالت ایسی ہی ہے جیسی آپ نے سوال میں بیان کی ہے تو شرعی استطاعت نہ ہونے کی بنا پر حج کرنے کے مکلف نہیں، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے :

.{اور لوگوں پر اللہ تعالی کے لیے بیت اللہ کا حج کرنا اس کے لیے فرض ہے جو وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتا ہے}.

اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے :

{**اور اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی**}. اھ

دیکھیں : فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء (36/11).

اصلی ضروریات سے مراد یہ ہے کہ : انسان کی وہ ضروریات جن کی اسے زندگی میں زیادہ ضرورت ہوتی ہے ، اور اس کے بغیر گزارا کرنا مشکل ہے .

مثلا : طالب علم کے لیے کتابیں ، چنانچہ ہم اسے یہ نہیں کہینگے کہ تم کتابیں فروخت کر کے اس کی قیمت سے حج کرلو ، کیونکہ یہ اس کی اصلی ضروریات میں شامل ہوتی ہیں .

اور اسی طرح وہ گاڑی جس کی اسے ضرورت ہے ، ہم یہ نہیں کہینگے کہ گاڑی فروخت کر کے اس کی قیمت سے حج کرو ، لیکن اگر اس کے پاس دو گاڑیاں ہوں اور اسے صرف ایک گاڑی کی ضرورت ہو تو پھر اس کے لیے ایک گاڑی فروخت کر کے اس کی قیمت سے حج کرنا واجب ہے .

اور اسی طرح کاریگر کے لیے اپنے آلات اور اوزار فروخت کرنے لازم نہیں کیونکہ یہ اس کی اصل ضرورت میں شامل ہوتے ہیں .

اور اسی طرح وہ گاڑی جس پر وہ کام اور مزدوری کر کے اپنے اہل و عیال کا خرچ کرتا ہے ، حج کرنے کے لیے اسے یہ گاڑی فروخت کرنی واجب نہیں .

اور اصلی ضروریات میں نکاح کی ضرورت بھی شامل ہے .

اس لیے اگر اس کے پاس مال تو ہے لیکن اسے نکاح کرنے کے لیے بھی مال کی ضرورت ہے اور وہ اس مال سے شادی کریگا تو وہ شادی اور نکاح کو مقدم کریگا .

مزید تفصیل معلوم کرنے کے لیے آپ سوال نمبر (27120) کے جواب کا مطالعہ ضرور کریں .

تو پھر مالی استطاعت سے مراد یہ ہوئی کہ قرض کی ادائیگی ، اور شرعی اخراجات اور اصلی ضروریات کے بعد بچنے والی رقم جو حج کے لیے کافی ہو .

واللہ اعلم .